© rasailojaraid.com

نمازِ دید

از جناب سید اسعد گیلانی صاحب

(جناب گیلانی صاحب آج کل زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت سے مشرف ہو رہے ہیں۔ یہ مضمون انہوں نے وہیں سے ارسال کیا ہے)

یہ خانہ کعبہ ہے۔

یہ اللہ کا گھر ہے۔

دنیا کی حسین ترین شے جس پر ایک بار نظر جا پڑے تو پھر ہٹنے پر تیار نہیں ہوتی، کبھی اسے دیکھنے سے سیری نہیں ہوتی، نظر کبھی اسے دیکھنے سے تھکتی نہیں، کبھی دیکھنے والے کی آنکھ پلک جھپکنے پر آسانی سے آمادہ نہیں ہوتی۔ اس پر سے آپ نظر کو ہٹانا بھی چاہیں تو وہ اپنے پورے وجود کے ساتھ مزاحمت کرتی ہے، اسے دیکھنے کے بعد اگر آپ اپنی نظر ہٹانے میں کامیاب ہو جائیں تو، اگر وہ حسین و محبوب شے سامنے ہو، تو نظر ضبطِ نفس اور قوتِ ارادی کی تمام مزاحمتیں توڑ کر پھر اُسی مرکزِ نگاہ پر پہنچ کر شادکام ہوتی ہے۔ جس طرح شہد کی مکھی رس چوستے ہوئے پھول کا دامن نہیں چھوڑتی، جس طرح بلبل کھلے ہوئے پھول کی رفاقت چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتی، جس طرح چکور چودھویں کے چاند کی طرف دیوانہ وار لپکتا ہے اور اسے اپنی آغوش میں لے لینے کے لیے بے تاب ہوتا ہے، بالکل یہی کیفیت انسان کی نظر کی بھی ہو جاتی ہے۔ اس میں عجیب وارفتگی اور جنونِ عشق کی سی کیفیت نمودار ہو جاتی ہے۔ اس کے لیے اپنے مرکزِ نگاہ سے ہٹنا پیاسے کا چشمے سے ہٹنے کے برابر ہوتا ہے۔

وہ مرکزِ نگاہ بیت اللہ شریف ہے۔

وہ چوکور گھر جو سیاہ غلاف میں لپٹا ہوا حرم کے وسط میں صدیوں سے خاموش کھڑا ہے، چپ چاپ، پُرجلال، پُرعظمت، پُرہیبت، پُرکشش، پُربہار، پُررونق اور پُرمحبت و شفقت — لیکن — وہ خاموش کہاں ہے؟ اس کے رونگٹے رونگٹے سے عظمت و ہیبت کا ہمالہ سر اُٹھائے کھڑا ہے اور اس کے غلاف کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تار تار کشش و رونق اور محبت و شفقت کے ساتھ ہر ہر متنفس کو اپنی آغوشِ رحمت کی دلنواز گرفت میں لے کر دنیا و ما فیہا کے غم و آلام سے بے خبر و بے نیاز کیے دیتا ہے ۔ وہ خاموش نہیں ہے، وہ ہر دل کی دھڑکن ہے ۔ ہر نظر جو اس کی طرف اُٹھتی ہے وہ یہی پکارتی ہوئی سُنائی دیتی ہے کہ ؎

ترا ہی شوق مری زندگی کا سرمایہ
تجھے ہی دیکھتے رہنا نماز ہے میری

عظمت و ہیبت اس چوکور سیاہ ملفوف گھر کی تا حدِ نظر پھیلی ہوئی چادر ہے، کسی عظیم شہنشاہ کے دامنِ دراز کی طرح ، اس گھر کو دیکھیں تو جہاں تسکینِ قلب و نظر ہے وہاں ہیبتِ صدر و جگر بھی ہے ۔ آدمی کا دل اپنی جگہ ڈولتا ہے ، کانپتا ہے ، تھرتھراتا ہے ، کسی کے حضور میں حاضری کے احساس سے آدمی کا زَہرہ آب آب ہوتا ہے ، جیسے اُسے اندر باہر سے ، قرب و دُور سے ، دائیں بائیں سے ، آگے پیچھے سے ، اُوپر نیچے سے ، ہر طرف ہر سمت اور ہر جہت سے دیکھا جا رہا ہے ، اُس کا کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے ، نہ نیت نہ ارادہ ، نہ خیالات اور نہ حرکات ، سبھی کچھ اس علیم و بصیر ہستی کی نگاہ میں ہے ۔ اس کی کوئی شے بھی اس ہستی سے پوشیدہ نہیں ہے ۔ اسے یوں دیکھا جا رہا ہے جیسے شیشے کے شفاف گلاس کو اندر باہر سے دیکھا جاتا ہے ۔ وہ اپنی کوئی کمزوری چھپا نہیں سکتا ، وہ اپنا کوئی عیب ڈھانپ نہیں سکتا ، اس کی بے شمار لغزشیں ، کمزوریاں ، خطائیں اور قلب و نظر کی چوریاں ، اس کے آس پاس بیٹھنے والوں سے تو پوشیدہ ہیں ، لیکن اس کے جسم کا ہر بُنِ مُو لاؤڈ اسپیکر بنا ہوا پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ کمزوری اور لغزش یہاں ہے اور یہ عادی مجرم حاضر ہے ، یہ مجرم اپنے سارے گناہوں اور خطاؤں کو برسرِ عام لیے حاضر ہے ۔ آدمی اپنے رونگٹوں کی اس آواز کو اپنے دل کے کانوں سے صاف صاف سُنتا ہے اور کچھ نہیں کر سکتا ۔ نادم ، شرمندہ ، اندر ہی اندر گھُٹتا ہوا ، صاف صاف دیکھنے والے کے سامنے اپنے عیب و ہنر عریاں کیے ہوئے وہ یوں پھرتا ہے جیسے بچہ اپنی ماں کے آس پاس پھرتا ہے اور اسے اپنی ماں کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوتا اور ماں سے بھی وہ شفقت و محبت کی ہی اُمید رکھتا ہے ۔

عظمت و جلال اس گھر کا لباس ہے ، عظمت و جلال اس ماحول کا خلعت ہے ، عظمت و ہیبت اس چوکور سیاہ گھر کا جلیل القدر دامن ہے ، آدمی اسے دیکھتا رہتا ہے اور اس کی عظمت کے نیچے دبتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ پھر اسے اس عمارت کے سوا اس ساری فضائے بسیط میں اور کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ پاتال سے آسمان تک وہ ایک ہی گھر کھڑا ہوا اسے دکھائی دیتا ہے، شمال سے جنوب تک اور مغرب سے مشرق تک وہ ایک ہی عمارت چھائی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ وہ گھر سب سے بڑا، سب سے اُونچا، سب سے وسیع، اور سب پہ محیط دکھائی دیتا ہے، اور انسان یوں محسوس کرنے لگتا ہے کہ دُنیا میں اس پُرعظمت گھر کے سوا اور کچھ نہیں ہے، کچھ بھی نہیں ہے، اپنا وجود تو اس گھر کی عظمت کے سامنے ذرّۂ بے مقدار سے بھی حقیر دکھائی دیتا ہے، وہ ذرہ جو آفتاب کی روشن کرن کی ہم آغوشی سے مسرور ہو کر صحرائے بسیط کی وسعت میں اسی کی طرف رُخ کر کے یکایک چمک اُٹھتا ہے۔

اس گھر کے قربان جایئے، جیسے ذرہ آفتاب پہ قربان ہوتا ہے۔ اِس گھر کے عشق میں رقص کیجیے، جیسے پروانہ شمع کے گرد رقص کرتا ہے۔ اس گھر پہ نچھاور ہو جایئے جیسے کرنیں سورج پہ نچھاور ہوتی ہیں۔ اس کے گرد جھوم جھوم کر طواف کیجیے اور لہک لہک کر کہیے کہ:

اے میرے مالک! غلام حاضر ہے، غلام حاضر ہے۔

میرے عشق میں تیرا کوئی شریک نہیں۔

ساری تعریفیں تیرے لیے، ساری نعمتیں تیری طرف سے۔

ساری مملکت کا تو شہنشاہ ہے۔

تیرا غلام حاضر ہے، تیرا بندہ حاضر ہے۔

یہ نغمۂ جاں فزا نغمۂ بندگی ہے، نغمۂ بہار ہے، نغمۂ وارفتگی و جنون ہے، نغمۂ عشق و دیوانگی ہے۔ نہیں، یہ نغمۂ مقصدِ زندگی ہے، اسی میں سب کچھ موجود ہے، اسی میں ساری کائناتِ آرزو پوشیدہ ہے۔

ہر بار اس گھر کے گرد چکر لگایئے، اس پہ نچھاور ہو جایئے، اس کے تپتے فرش پہ، اس کے نرم و گداز فرش پہ، ہو سکے تو سر کے بل چلیے۔ یہ مالک کا صحنِ چمن ہے۔ یہ مالک کا گھر ہے۔ اس لیے یہ ہمارا حقیقی گھر ہے۔ ہر بار دیوانہ وار چکر لگایئے، سفید کفن پہنے ہوئے جو انسان کا اوّل و آخری لباس ہے۔ کپڑے کا بے سلا ٹکڑا نیچے اور اوپر اوڑھے ہوئے، لپیٹے ہوئے، دوسرے دیوانوں کے ساتھ مل کر گردش کیجیے جیسے ستارے چاند کے گرد گردش کرتے ہیں۔ ہر گردش میں رکنِ یمانی کو محبت و عظمت سے چھو لیجیے۔ ہر گردش میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جنت کے پتھر حجرِ اسود کو بوسہ دیجیے، اور بے جھجک بوسہ دیجیے، اس پر صالحین نے بوسے دیے ہیں، اس پر اولیاء نے بوسے دیے ہیں، اس پر خدا کے برگزیدہ بندوں نے بوسے دیے ہیں، اس پر صحابہ کرام نے بوسے دیے ہیں، اس پر انبیاء کرام نے بوسے دیے ہیں اور اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسے دیے ہیں۔ دیکھیے یہ کیسا مرکزِ کیف و سرور ہے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ لبوں کے لمس کا کتنا لطیف واسطہ ہے، اسے بوسے دیجیے اور گردش کیجیے، گردش کیجیے اور بوسے دیجیے، یہ بوسہ گاہِ مومنین ہے، یہ لطف و کرم کی بارش کا مقام ہے۔

گردش کرتے جائیے اور گردش کیجیے، بار بار، دیوانہ وار، فقیرانہ اور درویشانہ، مجنونانہ، دنیا و مافیہا سے بے نیازانہ، بس یہ سمجھ کر کہ بندہ ہے جو نچھاور ہو رہا ہے۔ مالک ہے جو بندے کی بے تابیوں کو نگاہِ کرم سے دیکھ رہا ہے۔ بندہ مالک کی نگاہ میں ہے، اس کی ایک ایک حرکت، اس کی ایک ایک جنبش، اس کا ایک ایک قدم جو بے تابی سے اُٹھتا ہے، اس کی ایک ایک دُعا جو بے تاب لبوں سے اضطراب کا لباس پہن کر نکلتی ہے، سب کچھ دیکھا جا رہا ہے۔ اس لیے گردش کیے جائیے، دُعائیں کرتے جائیے، دل کی کوئی حسرت باقی نہ رہے، نچھاور کرنے کے لیے کوئی آرزو باقی نہ رہے، مزید گردش کیجیے یوں کہ جیسے ساری کائنات آپ کے ساتھ گردش کر رہی ہے، اور یوں اس گردش میں گم ہو جائیے کہ جیسے اب کائنات میں دو ہی ہستیاں موجود ہیں، من و تو کے حجابات سب اُٹھ گئے ہیں۔ شمعِ کعبہ ہے اور اس کا ایک وارفتہ پروانہ ہے۔

اور اب آپ کے سات چکر پورے ہو گئے ہیں، آپ نچھاور ہو چکے، پروانہ اندازِ جنوں دکھا چکا، اب مالک کی چوکھٹ (ملتزم) سے لپٹ جائیے، آپ لپٹ گئے، اب کوئی آپ کو کیا مشورہ دے سکتا ہے، آپ تو بے اختیار سسک سسک کر رو رہے ہیں جیسے مہربان مالک کا دامن یکایک ہاتھ میں آ گیا ہے، جیسے بھولا ہوا، بھٹکا ہوا، کھویا ہوا بچہ رات گئے گھر میں واپس لوٹ آیا ہے اور اب ماں کی آغوش سے لپٹ لپٹ کر رو رہا ہے۔ یہاں کوئی شخص بھی اپنے رونے پر قابو نہیں رکھ سکتا، سسکیاں، ہچکیاں بن جاتی ہیں، ہچکیاں ہلکی ہلکی چیخوں میں تبدیل ہونے لگتی ہیں اور آنسو آنکھوں سے اس طرح بہہ نکلتے ہیں جیسے اسی دن کے لیے ہی ان آنسوؤں کو پیدا کیا گیا تھا، اب مالک کی چوکھٹ ہے اور بندے کا سر ہے، بندے کی خطائیں اور آرزوئیں ہیں اور آنسوؤں کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زبان ہے، اور یہ زبان حقیقت ترجمان ہے، آنسوؤں کی زبان کبھی جھوٹ نہیں بولتی، ہمیشہ سچ بولتی ہے۔ اور دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے، وہ اگرچہ پر پرواز نہیں رکھتی، لیکن طاقتِ پرواز ضرور رکھتی ہے اور یہاں تو براہ راست وہ چوکھٹ پہ ہے، اسے پرواز کی حاجت ہی کیا ہے۔

یوں میں چوکھٹ سے لپٹا ہوا رو رہا تھا جب میرے کان میں آواز پڑی:

"مینڈھے سائیں۔ السلام علیکم"

اللہ اکبر! میں ابھی باہر کھڑا دروازے پر ہلکی ہلکی دستک ہی دے رہا تھا، اور یہ سندھ سے آیا ہوا میرا بھائی سید ھا صحنِ مکان میں پہنچ کر براہ راست صاحب البیت سے علیک سلیک کر رہا تھا، جیسے اس کے اور صاحب البیت کے درمیان اب کوئی پردہ حائل نہ رہا تھا، اور وہ اس سے براہ راست خود بات کر رہا تھا۔ بس میری تو چیخ ہی نکل گئی، جیسے میرا سارا سفر ادھورا رہ گیا تھا، اور میرے سامنے ملتزم سے چمٹا ہوا کھڑا میرا بھائی اپنا سفر مکمل کر کے صحن میں داخل ہو گیا تھا، اب وہ مسلسل سرگوشیاں کر رہا تھا، اس کی سرگوشیوں نے میرے جذبہ بندگی میں بھی بے پناہ اضافہ کر دیا۔ اور میں بھی قربتِ حبیب میں بہت دُور تک آگے نکل گیا۔

یوں کبھی کبھی جذبۂ رشکِ بندگی بھی انسان کو مہمیز کا کام دیتا ہے اور وہ بندگی کے مدارج طے کرنے میں سرعت و توانائی کا باعث ہوتا ہے۔

یہاں پہنچ کر حقیقتِ سجدہ کھلتی ہے۔ سمتوں اور جہتوں کا طلسم ٹوٹ جاتا ہے، سمتوں اور جہتوں کی پابندی ختم ہو جاتی ہے۔ آدمی شعور سنبھالتے ہی اپنے آپ کو ایک خاص سمت میں سجدہ کرتے ہوئے پاتا ہے، اور وہ اُس کی سمت قبلہ ہے۔ اسی طرف اس کی مسجد کا رُخ ہے، اسی سمت اس کی مسجد کا محراب ہے، اس کے مصلّے اسی رُخ بچھتے ہیں۔ اور وہ اور اس کے اہلِ وطن سب اسی جہت میں سجدہ کرتے ہیں، اس طرف وہ پاؤں پھیلا کر نہیں لیٹتا، اس سمت کا خاص ادب ہمیشہ ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ وہ سمت مقدس ہو جاتی ہے۔ یہ عمل نسل در نسل کرتے کرتے بالآخر وہ اسی سمت کا پابند ہو جاتا ہے اور وہ غیر شعوری طور پر اسی سمت کو قبلہ سمجھنے لگتا ہے۔ وہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ وہ سمت اور قبلہ دونوں لازم و ملزوم ہیں، دونوں یکساں احترام و اکرام کے مستحق ہیں اور پھر جب وہ اپنے مالک کے گھر پہنچتا ہے، تو یہاں پہنچ کر اچانک وہ طلسمِ سمت و جہت ٹوٹ جاتا ہے۔ صبح کی نماز میں بیت اللہ کے مشرقی جانب کھڑا ہو کر وہ مغرب کی طرف سجدہ کرتا ہے، تو ظہر کو مغربی جانب کھڑا ہو کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مشرق کی طرف سجدہ کرتا ہے، عصر کے وقت بیت اللہ کے شمالی جانب کھڑا ہو کر جنوب کی طرف سجدہ کرتا ہے تو مغرب میں جنوب کی طرف کھڑا ہو کر شمال کی طرف سجدہ کرتا ہے، اور ہر طواف میں کبھی شمال، کبھی جنوب، کبھی مشرق اور کبھی مغرب کی طرف رُخ کرتا ہے۔ سمتوں اور جہتوں کا طلسم زمان و مکان ٹوٹ جاتا ہے اور قلب کی پوری گہرائی کے ساتھ اس کے اندر یہ حقیقت پیوست اور جاگزیں ہو جاتی ہے کہ سمتوں اور جہتوں کا مالک وہ ایک ہی ہے اور سجدہ صرف اسی کے لیے روا ہے اور صرف اسی کے لیے مخصوص ہے۔ یہ سمتیں تو ڈھلتے، چڑھتے، اُترتے اور پھیلتے ہوئے سائے ہیں اور سایوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ حقیقتِ عظمیٰ صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ سجدہ صرف مالک کے لیے ہے جو تمام سمتوں، جہتوں اور زاویوں کا پیدا کرنے والا ہے۔

سجدوں اور سمتوں کی حقیقت سے آشنا ہو کر انسان پیچھے پلٹ کر زمزم کے ابدی چشمے کی طرف آتا ہے جہاں تشنگانِ محبت کا ہجوم رہتا ہے، یہ کتنا عظیم چشمہ ہے جو صدیوں سے مسلسل بہہ رہا ہے، یہ اس سنگلاخ زمین کے سینے میں ٹھاٹھیں مارنے والا سمندر ہے، جس کی لہریں اُبھر اُبھر کر آہنی نالیوں کے ذریعے تشنہ لب انسانوں میں ان گنت صدیوں سے تقسیم ہو رہی ہیں، یہ ساری دنیا کو سیراب کرنے والا واحد چشمہ ہے جس کا پانی زمین کے گوشے گوشے اور کونے کونے میں پہنچتا ہے۔ اور لوگ اسے متبرک آبِ شفا سمجھ کر پیتے اور اپنی نزع کے خشک لبوں کے لیے محفوظ رکھتے ہیں۔

ذرا سُننا، یہ ایک طرف سے ننھے سے بچے کے رونے کی آواز آئی ہے، جس کی ماں اس کے لیے پانی لینے زمزم کی طرف چلی جا رہی ہے۔ ننھے بچے کے اس رونے کی آواز نے زمانے کی دبیز تہوں میں سے بی بی ہاجرہ اور اسمٰعیلؑ کی یہاں پہلی آمد کا منظر اُبھار کر آنکھوں کے سامنے پھیلا دیا ہے۔

دُور دُور تک ہر طرف لق و دق صحرا پھیلا ہوا ہے، کوئی آدم ہے نہ آدم زاد ہے، کھجوریں اور پانی کی چھوٹی سی ایک چھاگل ہے جو خلیل اللہ اپنی بیوی ہاجرہ اور اپنے دُودھ پیتے بچے اسمٰعیلؑ کو دے کر گئے تھے، لیکن وہ کھجوریں اور چھاگل تو اس وادیٔ غیر ذی زرع میں چند دنوں میں ہی ختم ہو چکے ہیں، چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے درمیان، دُور دور تک پھیلا ہوا سطح مرتفع پر نیم صحرائی زمین کا یہ سینہ ہر قسم کی زندگی اور روئیدگی سے خالی پڑا ہے اور اب معصوم بچہ پیاس سے تڑپ رہا ہے، اس صحرائی جنگل میں اب کون ہے جو اس کی مدد کو پہنچے؟ ابراہیمؑ کئی دن پہلے اپنے رب کے حکم کے تحت انہیں یہاں چھوڑ کر جا چکے۔ یہاں پانی کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی آثار نہیں ۔ یہاں جنگلی درخت بھی نہیں ہیں، خشک اور چٹیل ریت اور ٹیلے اور پہاڑیاں —— اور ان کے درمیان وہ ماں بیٹا مجبور و بے کس، بے یار و مددگار اور بھوکے پیاسے ۔ ماں اپنی جان پر سب دکھ سہہ سکتی ہے لیکن معصوم بچے کو تڑپتا ہوا کیسے دیکھے!

وہ مضطرب ہو ہو کر دوڑتی ہے، پہاڑی کے ٹیلے کی طرف، شاید دُور کہیں کوئی آدم زاد نظر پڑے، یا پانی دکھائی دے لیکن دُور دُور تک سوائے بل کھاتے ہوئے سرابوں کے کچھ بھی تو نہیں ہے ۔ ماں کو صحرا کی اس خشک حقیقت کا علم ہے، لیکن علم کا اضطراب سے کیا واسطہ ہے؟ اس کا بچہ پیاسا ہے اور وہ رو رو کر ہلکان ہو رہا ہے اور ایڑیاں مار مار کر اپنی پیاس کا اعلان کر رہا ہے ۔ بے تاب ماں، بے بس اور لاچار ماں، دوڑتی ہوئی ایک ٹیلے تک جاتی ہے، دُور دُور تک نظر دوڑاتی ہے، کہیں کچھ نہیں پاتی، سوائے اپنے بچے کی دردناک فریادی آواز کے، وہ دوڑتی ہوئی واپس آتی ہے، پھر بچے کو بخیریت دیکھ کر دوسری پہاڑی پر چڑھ جاتی ہے، پورے سات بار اِدھر سے اُدھر وہ دوڑتی ہے، اور جب آخری بار وہ اپنے پیارے بچے کی طرف آتی ہے تو بچے کی ایڑیوں کی رگڑ نے ان گنت صدیوں کے خشک اور چٹیل صحرا کے سینے میں سے پانی کا چشمہ بہا دیا ہے، ننھے سے بچے کی ننھی ننھی ایڑیوں کی رگڑ میں یہ صحرا گداز توانائی کہاں سے آگئی؟ یہ اس دھرتی کے مالک نے خاص اسمٰعیلؑ کی فریاد پر ترس کھا کر، خاص اس کی ماں کے اضطراب پر رحم کھا کر، خاص اپنی قدرتِ کاملہ کے ذریعے، ننھے بچے کی پیاس بجھانے کے لیے اسے یہ تحفۂ چشمہ عطا فرمایا ہے ۔

لے، اے پیاسی انسانیت! اسمٰعیلؑ کے چشمے سے سیراب ہو کر پانی پی ۔ اس پانی میں بچے کی ضرورت کے مطابق دودھ کی سی خاصیت ہے، یہ دُودھ کی طرح انسان کو غذا بھی دیتا ہے اور اس کی پیاس بھی بجھاتا ہے ۔ زمین کے سینے پر لاکھوں چشمے ہیں، ان سب چشموں سے دھرتی کا سینہ اپنا پانی بہاتا ہے، لیکن زمزم کے چشمے کا پانی نرالا ہی ہے، یہ صرف پانی کا چشمہ نہیں ہے، یہ ننھے اسمٰعیلؑ کی ضرورت پوری کرنے کے لیے قیامت تک کے لیے قدرت نے عطیۂ الٰہی کے طور پر رواں کر دیا ہے، اس کی خنکی پیاس کو بجھاتی ہے، اس کی غذائیت بھوک مٹاتی ہے، اس کی افراط پیاسے انسان کو تسکین دیتی ہے، اور اس کی بہتات سے اس کے کنارے مکّہ کا شہر آباد ہو گیا ہے، مکّہ کی آبادی کا سب سے بڑا سبب یہی چشمۂ زمزم ہے، یہ نہ ہوتا تو یہاں مرکزِ انسانیت نہ ہوتا، نہ یہاں کعبہ تعمیر ہوتا، نہ یہاں ابراہیم خلیل اللہ اور اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ جیسے معمارانِ حرم خانۂ کعبہ تعمیر کرتے، اور نہ کوئی قبیلۂ جرہم یہاں آکر آباد ہوتا، یہ چشمہ پیاسی انسانیت کی روحانی پیاس کو بجھانے کا سبب بنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بڑا منبع ہے اور ہزاروں سالوں سے کروڑوں مخلوقات یہاں سے سیراب ہو رہی ہے اور قیامت تک ہوتی رہے گی ۔

اور میں بھی حرم کے گرم گرم تپتے فرش پر جلد جلد پاؤں ٹکاتا ہوا جب اس چشمے کے گھر سے صحن میں داخل ہوا تو میری ساری تشنگی بجھ گئی ، یہ افراط کا مقام ہے ، یہاں کھُل کر زمزم پیجیے اور بے تکلف اس کو اسی طرح استعمال کیجیے جیسے ان گنت تشنگانِ لب ہمیشہ کرتے چلے آئے ہیں ۔ خوب پیٹ بھر کر تشنگی بجھایئے ، وضو تازہ کیجیے ، زمزم میں اپنے آپ کو ، اپنے پورے وجود کو یوں سیراب کر لیجیے جیسے بچہ ماں کے دودھ سے سیراب ہوتا ہے ، یہ چشمۂ انسانیت ہے ، یہ متاعِ انسانیت ہے ، اس سے اجتناب اور بخل تنگ ظرفی ہے ، یہ اسمٰعیلؑ کا کھُلا لنگر ہے ۔

اب آپ تازہ دم ہیں تو ذرا ان پہاڑوں کی طرف چلیے جن کے درمیان تمام اہلِ ایمان کی ماں بی بی ہاجرہ بے تاب اور مضطرب ہو ہو کر دوڑتی رہی تھیں ۔ مامتا میں بڑی قوت ہوتی ہے ، مامتا میں بڑی قربانی ہوتی ہے ۔ مامتا میں بڑی توانائی اور بڑا ایثار و استقلال ہوتا ہے ۔ مامتا اشیاء کی حقیقت کو بدل ڈالتی ہے ۔ الفاظ کے مفہوم اس کے آگے ہیچ ہو جاتے ہیں ۔ بھائی میرے ! صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان جن کا فاصلہ فرلانگ بھر ہے ، تم سات چکر لگاتے ہوئے تھکے جا رہے ہو ، جہاں دوڑنا پڑتا ہے ، وہاں سانس پھولتا ہوا محسوس کرتے ہو ، جہاں چڑھنا پڑتا ہے وہاں لغزشِ پا کا احساس کرتے ہو ، نہیں جانتے ہو کہ یہ کس کی یادگار ہے ؟ کس کے نقشِ پا پر تم قدم اُٹھا اُٹھا کر رکھ رہے ہو ؟ یہ ایک عظیم ماں کے عظیم جذبۂ محبت و شفقت اور اضطرار و اضطراب کا چکر ہے ، جسے تم سعی کہتے ہو ، یہ میل بھر سے زائد سفر ، یہ دوڑ ، جو تم ٹھنڈے ٹھنڈے سایہ دار صاف ستھرے برآمدوں میں لگاتے ہو ، یہ بے ساختہ دوڑ ، دھوپ ، ریت ، گرمی ، پتھروں ، ٹیلوں ، پیاس ، اضطراب اور بے چینی کے درمیان لگائی گئی تھی ۔ اور ایک عورت نے لگائی تھی ، جسے کوئی سہارا سوائے خدا کے اور کوئی مدد سوائے اللہ کے ، اور کوئی زادِ راہ سوائے بھوک پیاس کے حاصل نہ تھا ۔

اور میں بھی صفا اور مروہ کے درمیان اپنے ساتھی عبدالسلام ابراہیم کے ساتھ دوڑ لگاتا رہا ۔ پہلا چکر بڑے جوش و خروش سے لگا ۔ یہ میری ماں کے نقشِ قدم پر چکر لگانے کا کام ہے ۔ دوسرا چکر ختم ہوا ۔ پھر تیسرا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور جب چوتھا شروع ہوا تو وہ میرا دیرینہ سینے کا درد جاگ اُٹھا جس سے میں پہلے ہی ڈر رہا تھا۔ میرا ساتھی آہستہ آہستہ میرے ساتھ دوڑ رہا تھا۔ اور میں بھی آہستہ آہستہ دوڑ رہا تھا۔ تیز تیز چل رہا تھا۔ اور میرے سینے کا درد بھی سینے سے اُٹھ کر میرے بائیں بازو میں اور پھر پورے سینے میں دوڑ رہا تھا۔ میرے خدا۔ اس ظالم درد نے کس بے وقت مجھے آن پکڑا تھا۔۔۔ میں نے دل کی گہرائی سے دُعا کی۔۔۔ یا رب۔ میری لاج رکھیو۔ اپنے بندے کی دستگیری کیجیو۔ سعی کے دوران میں سرراہے بیٹھنے یا اپنے ساتھی کے سامنے اپنی اس بیماری یا کمزوری کا اظہار کرنے پر تیار نہیں تھا۔ میں نے اپنے سینے پہ ہاتھ رکھ لیا اور درد کو خوب دبالیا۔ اور دوسری دُعاؤں کے درمیان سعی کو کامیابی کے ساتھ مکمل کرنے کی بھی دُعا کرنے لگا۔ یا رب یہ وقت تیری دست گیری کا ہے۔ اب مجھے بیماروں کی طرح بیٹھنے سے محفوظ رکھنا اور سعی کو بخیریت مکمل کرنے کی توفیق دینا۔۔۔ میں سعی کے درمیان بیٹھنے یا ٹھہر جانے پر بھی تیار نہ تھا اور پھر درد کی ٹیس سمندر کی پُرسکون لہر کی طرح اُٹھی اور ریتیلے ساحل سے ٹکرا کر خاموشی سے واپس جانے والی لہر کی مانند واپس چلی گئی اور پھر مکمل دب گئی۔

میرے سر اور کنپٹیوں پر پسینہ آگیا۔ میں نے سینے پر ہاتھ زیادہ مضبوطی سے دبا لیا اور پھر درد مکمل غائب ہوگیا۔ صرف ہلکی سی کمزوری پیچھے چھوڑ گیا۔ اور میں خاموشی اور اطمینان سے ابراہیم سوڈانی کے ساتھ دوڑ لگاتا رہا۔ چوتھا، پانچواں اور چھٹا چکر اور جب ساتواں چکر شروع ہوا تو میں نے محسوس کیا کہ اسلام کے سارے احکام انسان کی حدِ استطاعت کے مطابق ہیں۔ روزے تیس سے زائد ہوتے تو سخت تر ہوتے اور چکر بھی سات سے زائد ہوتے تو سخت تر ہوتے۔ لیکن اللہ کی راہ میں قدم اُٹھانا ہی تو ایک شرط ہے۔ پھر آگے بڑھ کر دست گیری تو مالک خود کرتا ہے اور آقا کی دست گیری کا تجربہ زندگی میں ہر بندے کو ہوتا ہے۔

یوں میں نے جب سعی مکمل کرکے مَروہ کی اُونچی چوٹی پر کھڑے ہوئے دیر تک دُعا کی جو میرے ساتھی ابراہیم کو قطعاً معلوم نہ تھا کہ میری دُعا کی طوالت میں میرے سانس کی درستی کا وقفہ بھی شامل تھا اور میں شاداں و فرحاں بال ترشوانے کے لیے آگے بڑھ گیا۔ چونکہ میں نے سعی مکمل کرلی تھی اور یہ پُرمشقت کام جسے میری ماں ہاجرہ نے بھی اپنے بچے کی محبت میں اضطراب اور پریشانی میں کیا تھا۔۔۔ ختم ہوگیا۔

اور اب تم ذرا غور تو کرو اور سوچو کہ آج کی اِس سعی اور اُس سعی میں کتنا فرق ہے۔ یہ سکون و اطمینان و تسکین و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سہولت کی سعی ہے وہ اضطراب و اضطرار، بھوک پیاس، اندیشے اور بچے کے خوفِ ہلاکت کی سعی تھی۔ اِس سعی اور اُس سعی میں معنوی لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق ہے اور یہ اسی کی یادگار ہے۔ اس یادگار پر قربان جائیے جو ہماری ماں کی ہو، جو پوری انسانیت کی محترم ہستی کی ہو۔ اگر ہم سر کے بل بھی یہ سعی کریں تو اُس سعی کا عُشرِ عَشیر بھی نہیں ہوسکتا جو انہوں نے کی تھی، اِسی لیے تو وہ مالک کو بہت پسند آئی تھی، وہ اضطراب بھی مالک کو پسند تھا، وہ پیاس بھی مالک کو پسند تھی، وہ دوڑ دھوپ بھی مالک کو پسند تھی، اور اتنی پسند آئی تھی کہ اسے قیامت تک کے لیے اپنے فرمانبردار بندوں کے لیے نشانِ بندگی قرار دے دیا گیا۔ اب جس کسی کو مالک کی خوشنودی مطلوب ہو وہ اپنی عظیم ماں کے نقشِ قدم پر چلتا ہوا ان ٹیلوں کے درمیان سعی کرے اور دوڑ لگائے، مالک اسے اپنی راہ میں دوڑتا ہوا دیکھ کر اس سے خوش ہوگا، صفا و مروہ کی یہ سعی مومنین کے نیک افعال میں ثبت کر دی گئی ہے اور ایک ماما کی بے تابی حج کے ارکان میں محفوظ کر دی گئی ہے۔

عمارتِ کعبہ کے ساتھ معمارِ کعبہ کا نقشِ قدم بھی اب تک محفوظ ہے، مکہ کے نسّاب کہتے تھے کہ اس نقشِ قدم سے جو عمارت کے پہلو میں مقامِ ابراہیم پر چلا آرہا ہے، حضورِ اکرم کا نقشِ قدم بہت ملتا جلتا تھا، دادا کا پاؤں پوتے کے پاؤں کی مانند اور پوتے کا پاؤں دادا کے پاؤں کی مانند تھا، دونوں کا ایک ہی ملّت سے تعلّق تھا، ملتِ ابراہیمی اور ملّتِ مسلمہ ایک ہی ملّت کے دو نام قرار پائے، دونوں کے اُسوؤں پر چلنا اسلام کی شان ہے، اور دونوں پہ درود و سلام پڑھنا مسلمان کے لیے اعترافِ احسان قرار پاتا ہے۔

" مالک! تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ویسے ہی صلاۃ و برکت عطا فرما جیسے تو نے ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ کو عطا فرمائی "۔

دیکھیے کیسی مماثلت ہے، کیسی یک جہتی ہے! یہ قربانی و ایثار، تعمیر و ترقی اور مساواتِ انسانیت کا امین ہے، یہ کامل دین ہے، انہیں کے نقشِ قدم پر چل کر اب انسانیت فلاح پاسکتی ہے۔

اسوۂ ابراہیمیؑ اور اسوۂ محمدیؐ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جانفشانی مومن و مسلم کا نشان ہے۔ اللہ کے لیے گھر بار سے ہجرت اور دشت و صحرا کی بادیہ پیمائی سنتِ ابراہیمیؑ اور سنّتِ محمدیؐ ہے، اللہ کی راہ میں باطل سے ٹکرا جانا، اہلِ خانہ، اہلِ محلہ، اہلِ بستی اور اہلِ قبیلہ تک سے نبرد آزما ہوجانا سنّتِ ابراہیمیؑ اور سنّتِ محمدیؐ ہے۔ غربت و فقر و درویشی اور صحرا نوردی سنّتِ ابراہیمیؑ اور سنّتِ محمدیؐ ہے، اللہ کے کلمے کو بستی بستی، قریہ قریہ، شہر شہر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلند کیے پھرنا، اور دشمنانِ حق سے انتقامِ حق لینا بھی سنّتِ ابراہیمیؑ اور سنّتِ محمدیؐ ہے۔ بھوک پیاس سہنا، پیٹ پر پتھر باندھنا، اپنے اہلِ بیت کو راہِ حق میں قربانی کے لیے پیش کر دینا یہ بھی سنّتِ ابراہیمیؑ اور سنّتِ محمدیؐ ہے، اور سنّتِ ذبحِ عظیم بھی دونوں میں مشترک ہے جیسے اقبالؒ نے یوں بیان کیا ہے ؎

نہایت اس کی حسینؓ ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

یہ حرم، پوری انسانیت کا ایک خوبصورت مرقع ہے۔ یہ پاکیزہ انسانیت کا ایک دلنواز اور نظر افروز گلدستہ ہے، یہ اسلام کے پورے ارضی چمن کا نمائندہ صحن ہے، یہ ایمان افروز اجتماعِ نورانیت ہے، یہ دلگداز نغمۂ توحید ہے، یہ دلفریب مرقعِ وحدتِ انسانیت ہے، یہاں گلہائے رنگارنگ ہیں لیکن سب کی خوشبو ایک ہے۔ یہاں مختلف بولیاں بولتی ہوئی ٹولیاں ہیں لیکن سب کا مفہوم ایک ہے، یہاں بے شمار دل دھڑکتے ہیں لیکن سب دلوں کی آرزو ایک ہے۔ یہاں بے شمار قلب سینوں میں امڈتے ہیں لیکن سب کی تمنا ایک ہے۔ یہاں بے شمار مضطرب آنکھیں ہیں لیکن سب کا محبوب و مقصود و منتہا ایک ہے۔ یہاں بے شمار آرزوؤں اور تمناؤں کا ہجوم ہے لیکن ان تمناؤں اور آرزوؤں کا مرکز و محور ایک ہے، یہاں بے شمار سجدے ہیں لیکن سب کا مسجود ایک ہے۔ یہاں ایک خدا ہے، ایک رسول ہے، اور پورے ہجوم کی منزل ایک ہے، ایسی وحدت دنیا میں کہیں نہیں پائی گئی، یہاں خدا کے آخری پیغام کی پکار پر پوری انسانیت کے نمائندہ لوگ امنڈ امنڈ کر پہنچ گئے ہیں، اور ان پروانوں کا شوق روز افزوں ہے، جس طرح چڑھتے ہوئے بادل کو روکا نہیں جاسکتا، نہ امڈتے ہوئے سیلاب کو تھاما جاسکتا ہے، نہ بہتے ہوئے دریا کو لوٹایا جاسکتا ہے، نہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کو سمیٹا جاسکتا ہے، اسی طرح اپنے مالک کی محبت سے لبریز انسانوں کے اس ہجوم کو تھاما نہیں جاسکتا، یہ انسانیت کا خوبصورت اور نمائندہ اجتماع ہے۔ اس کی شان ہر اجتماع سے زیادہ نرالی اور انوکھی ہے، یہ منظم ہجوم جس طرح یہاں ایک خدا، ایک رسول اور ایک دین پر جمع ہے، اسی طرح آخرت میں بھی جمع ہوگا اور اس کی کثرت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شادمان ہوں گے۔

حرم کے کبوتر بھی عجیب شان کے پرندے ہیں، بادل کی طرح امنڈ کر ادھر سے اڑتے اور اُدھر جا بیٹھتے ہیں: دھوپ میں، چھاؤں میں، دن میں، رات میں، دوپہر اور شام میں اِدھر سے اُدھر، یہ معصوم پرندے امن و سلامتی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور معصومیت و وارفتگی کا نشان بنے اُڑتے رہتے ہیں، مشرق سے مغرب کی طرف، شمال سے جنوب کی طرف اور صحنِ حرم کی کنکریلی ٹکڑیوں میں بیٹھے ہوئے، اتنے بڑے ہجوم کے اندر نہ یہ گھبراتے ہیں اور نہ گندگی پیدا کرتے ہیں، صحنِ حرم صاف ستھرا رہتا ہے اور یہ ہزاروں پرندے شور و غل مچائے بغیر خاموشی سے اِدھر سے اُدھر اُڑتے رہتے ہیں۔ حرم کا ادب ملحوظ رکھتے ہیں، معلوم ہوتا ہے جیسے پاک صاف اور باوضو رہتے ہیں۔ ان کی گندگی کا شائبہ تک کہیں حرم میں دکھائی نہیں دیتا، شاید ان کی حرم میں رہنے کی اجازت صفائی اور پاکیزگی سے ہی مشروط ہے، یہ پرندے زائرین کے درمیان اس طرح بے تکلف اور بے دھڑک اڑتے پھرتے رہتے ہیں جیسے انہیں حفاظت کی ضمانت حاصل ہے ، اور اس کا انہیں بھی علم ہے ۔

حرم کا رمضان بھی عجیب کیف آور چیز ہے، لوگ دُور دراز سے عمرے کے لیے آتے ہیں، سفید چادریں اوڑھے طواف کرتے، عمرہ کرتے اور چند دن قیامِ حرم کرتے ہیں، ہر طرف لوگ حرم کے گرد گھیرا ڈالے بیٹھے رہتے ہیں، سب کا کعبہ، سب کے سامنے ہوتا ہے، مرکزِ ہر کعبۂ آرزو ہے، اور اس کے ارد گرد دُور دُور تک ہجوم مشتاقاں بیٹھا رہتا ہے۔ افطار کا وقت قریب آرہا ہے اور حرم کے چاروں طرف صحن میں جو بڑے بڑے گول گول ٹکڑوں کی شکل میں بٹا ہوا ہے زائرینِ حرم بیٹھے ہوئے ہیں، عصر کے بعد سرِشام سے ہی سارے صحنِ حرم میں کعبہ کے چاروں طرف صفیں، چادریں، جانمازیں بچھنی چلی جاتی ہیں، ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں، ان کے درمیانی فاصلوں میں صراحیاں اور ان کی گھڑونچیاں رکھ دی جاتی ہیں، یہ صراحیاں زمزم کے پانی سے بھری ہوتی ہیں جو خدامِ حرم بھرتے ہیں۔ یہ صراحیاں ایسی مٹی سے بنی ہوتی ہیں کہ تھوڑی سی ہوا لگنے سے ہی ان کا پانی خوب ٹھنڈا ہو جاتا ہے، اور صحنِ حرم میں ہر وقت نہایت خوشگوار ہوا چلتی رہتی ہے، روزے کے افطار کے وقت تک یہ صراحیاں نہایت فرحت بخش اور گوارا حد تک ٹھنڈی ہو جاتی ہیں، پھر مغرب کا وقت قریب آتے آتے لوگ حرم کے اس کھلے گول دائرہ نما صحن میں آنے لگتے اور اپنی اپنی مقررہ جگہوں پر بیٹھنے لگتے ہیں، یہاں تک کہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ مکہ کی آبادی کا شاید کوئی فرد بھی اپنے گھر میں نہیں رہ گیا ہے، ہر شخص روزہ افطار کرنے کے لیے صحنِ حرم میں پہنچ گیا ہے، سب کے سامنے کھجوریں، شربت اور دوسرا سامانِ افطاری موجود ہوتا ہے۔ کسی طرف پاکستان کے لوگ بیٹھے ہیں، ان کے ساتھ ہی سوڈان والے ہیں، ایک طرف مصریوں کی ایک ٹکڑی ہے تو دوسری طرف برما اور انڈونیشیا کے لوگ ہیں، کہیں افریقہ کے قوی ہیکل لوگ، کہیں ہندوستان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نحیف و نزار مسلمان، کہیں کابل، کہیں ایران، کہیں سندھ، کہیں بلوچستان، غرض پورا صحنِ حرم گلدستۂ انسانیت بنا ہوا ہوتا ہے۔ اور سب کے کان مؤذنِ حرم کی آواز پر ہوتے ہیں، یہاں تک کہ وہ نغمۂ جانفزا ہوا میں بلند ہوتا ہے جس سے بہتر، بڑا اور حقیقت پر مبنی اور کوئی کلمہ نہیں ہے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ - اَللّٰهُ اَكْبَرُ!

اور اس کے ساتھ ہی دن بھر کی پابندی کے بند ٹوٹ جاتے ہیں اور روزہ خیر و عافیت کے ساتھ تکمیل پا جاتا ہے، ہر روزہ دار خدا کے گھر کے سامنے بیٹھ کر گواہی دیتا ہے کہ وہ اس کے حکم کا بندہ ہے اس کے حکم کا پابند ہے، صحنِ حرم میں لاکھوں کا مجمع موجود ہے، بچے، بوڑھے، عورتیں، مرد، اجنبی، مقامی سب موجود ہیں، لیکن مجال نہیں کہ کوئی آواز اس کے وقار کو مجروح کرے۔ ایک عدالت کا سا احترام موجود ہے، کوئی تصور نہیں کرسکتا کہ اتنے بڑے لاکھوں کے مجمعے میں سے کوئی آواز بلند نہیں ہوتی، کوئی بچہ نہیں روتا، کوئی عورت نہیں چیختی، کوئی مرد نہیں ڈانٹتا اور کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے نہیں الجھتا۔ یہ وقار، یہ سکون، یہ طمانیت، یہ احترام حیران کن ہے، یہ صحنِ حرم ہے۔

افطار کا وقفہ ختم ہوتے ہی پورے صحنِ حرم میں انسانوں کا منظم ہجوم قطار در قطار، صف بصف کھڑا ہو جاتا ہے۔ تکبیر بلند ہوتی ہے اور حرم میں کلیاں سی کھل جاتی ہیں۔ آمنے سامنے صفیں ہیں، درمیان میں بیت اللہ سیاہ غلاف میں ملفوف کھڑا ہے، ساری صفیں گول گول ہیں، ہر نمازی کا رخ حرم کی طرف ہے اس طرح صفوں نے پھولوں کی پنکھڑیوں کی صورت اختیار کر لی ہے، اب کوئی شخص بھی کسی سمت کا پابند نہیں ہے، کسی امام کے رخ کا پابند نہیں ہے، امام کا رخ مغرب میں ہے تو مقتدیوں کا رخ شمال، جنوب، مشرق، مغرب سب طرف ہے۔ چاروں طرف سے سجدوں کا رخ حرم کی طرف ہے، عجیب کیف آور منظر ہے کہ آمنے سامنے سجدے ہو رہے ہیں، دائیں بائیں سجدے ہو رہے ہیں، شمال جنوب میں سجدے ہو رہے ہیں، اور سب کا رخ کعبے کی طرف ہے۔ وہی سب کا محور ہے، وہی سب کا مرکز ہے، وہی سب کے دلوں کی دھڑکن ہے۔ وہی سب کی تمناؤں کا کعبہ اور آرزوؤں کا قبلہ ہے۔ وہی ہر ایک کے لیے سب کچھ ہے۔

حرم میں آفاقیت ہے، اس میں پوری انسانیت کا نچوڑ آگیا ہے، اس میں ابنِ آدم کا صالح عنصر چھنٹ کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہنچ گیا ہے۔ یوں باہر سے تو یہ ایک بڑا سا مکان ہے جس کی چار دیواری ہے اور جس چہار دیواری کے باہر گلّے کے محلّے ہیں، سڑکیں ہیں، بازار ہیں، آبادی ہے، لوگ ہیں اور وہ اپنے روزمرّہ کے کاموں میں مصروف ہیں اور اس سارے ہجوم کے درمیان ایک عظیم عمارت کھڑی ہے، لیکن جونہی کوئی اس عمارت کے دروازے پہ کھڑا ہو کر اس کے اندر جھانکتا ہے تو اچانک اس کے سامنے سیاہ پوش نہایت دیدہ زیب چوکور مکان کا کوئی حصّہ آجاتا ہے جس کے غلاف پہ نہایت خوبصورت حاشیہ ہے، یہ سنہری حروف کا حاشیہ ہے جس سے اس کی خوبصورتی اور زیبائش میں بے انتہا اضافہ ہو گیا ہے۔ یہ سیاہ غلاف پوش فلک بوس عمارت آدمی کو پکڑ لیتی ہے، اس کی نظر اس پہ پڑتے ہی انسان وارفتہ و شیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا جی چاہتا ہے کہ باہر کے ماحول سے نکل کر فوراً اندر چلا جائے، اندر جا کر وہ گویا ایک دوسری دنیا میں پہنچ جاتا ہے، جس میں پوری انسانیت سمٹی ہوئی بیٹھی ہے، ایک دلنواز چشمۂ روحانیت جاری ہے۔ ایک دلفریب فضا آدمی کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور جب آدمی اس کے اندر پہنچ جاتا ہے تو وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر ایک دوسرے ہی عالم میں پہنچ جاتا ہے، دوسرا عالم، جس میں مکہ شہر ہی نہیں، پوری انسانیت سانس لے رہی ہے۔

یہاں پوری دنیا موجود ہے، یہاں پورا دین موجود ہے، یہاں دین و دنیا دونوں ساتھ ساتھ موجود ہیں۔

یہ حرمِ کعبہ ہے، اسے بس دیکھتے رہیے، اس کا دیکھنا بھی عبادت ہے، اسے نمازِ دید کہتے ہیں۔

© rasailojaraid.com